itsurdu.blogspot.com

دم کون بھرتا ہے۔ اُن سے قرار واقعی کسر کی جائے گی۔ اور میاں مظہر کو تو بیٹھے جیل خانہ بھیجے ہوئے کھانا پینا حرام ہے جانے کہاں ہیں میرے ہاتھ سے۔

کلثوم بیگم۔ واہ بچہ امجد اور امامن کو تم نے جیل خانہ بھجوا دیا۔ بچہ مظہر کو بھجواؤ گے۔

حکیم صاحب۔ اچھا دیکھ لینا۔ اور میاں امجد کیا چھوٹ جائیں گے۔ انھوں نے تو میرے ساتھ دوہرا جعل کیا۔ مگر اس میں شرکت مرشد کی بھی تھی۔ میاں امجد اور بی امامن کا یہ دل گردہ کہاں۔ یہ اُن ہی کے فقرے ہیں

کلثوم بیگم۔ یہ مرشد کون۔ پھوپھا جان۔

حکیم صاحب۔ جی ہاں یہ اُن ہی کا چٹکلہ تھا۔ جب ہی تو شہر میں بدنام تمام امیر رئیس اُن کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔

کلثوم بیگم۔ یہ تو تم غلط کہتے ہو شہر کے امیر رئیس تو آنکھوں آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ جس سرکار میں گئے اُسے بنا دیا۔

حکیم صاحب۔ کیسا کچھ۔ ایک تو چھوٹے نواب ہی کو بنا دیا۔ اسّی ہزار کی ڈگری کرا دی اور پھر وارنٹ میں پھنسوا دیا۔ وہ تو کہیے اُن کی پھوپھی نے گیارہ سو روپیہ دے کے چھڑوا دیا۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی ہزاروں ڈگریاں ہیں۔

کلثوم بیگم۔ چھوٹے نواب نے خود اپنا روپیہ خراب کیا۔ شرابیں پئیں۔ ناچ رنگ دیکھے پریوں کے تخت اتارے۔ پھر ان حرکتوں میں روپیہ نہ صرف ہوتا تو کیا ہوتا۔

حکیم صاحب۔ یہ سب خلیفہ جی (جن کو تم بڑے بھیا کہتی ہو) کی کارستانیاں تھیں۔

کلثوم بیگم۔ تمھارے اُن کے تو کھُلم کھُلا عداوت ہے۔ تم تو ایسا کہو گے۔

حکیم صاحب۔ اچھا ایک میں عداوت کی راہ سے کہتا ہوں۔ سارا شہر تھُڑی تھُڑی کر رہا ہے۔

کلثوم بیگم۔ کوئی بھی نہیں کہتا۔ ہم نے تو تمھارے منہ سے ابھی سنا ہے۔ خود جن کا معاملہ ہے یعنی چھوٹے نواب اب تک اُن کا دم بھرتے ہیں۔ اور کیوں نہ دم بھریں۔ سارا زمانہ چھوٹے نواب سے پھر گیا۔ بھیا ابھی تک آٹھ آنہ روز چنڈو کو دیے جاتے ہیں۔

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ بیشک آٹھ آنے روز چنڈو کو دیتے ہیں۔ مگر ابھی تک ایک نوٹ باقی بھی تو ہے۔ جس کے نمبر گم ہیں۔ لوگ نمبروں کا پتہ لگانے کو کلکتہ گئے ہوئے ہیں۔ اس نوٹ کا بھی خاتمہ ہو جائے پھر آٹھ آنہ روز دیں تو جانیں

کلثوم بیگم۔ پھر کوئی بھی تو کسی کو بے مطلب دیتا ہے۔

حکیم صاحب۔ یہ کہو۔ اب راہ پر آئیں حد کے جھلے ہیں۔

کلثوم بیگم۔ اور تم جھلے نہیں ہو۔

حکیم صاحب۔ میں نے کیا جھل کیا۔

کلثوم بیگم۔ ایک جھل سیکڑوں جھل؟

اب تقریر میں رنجش زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ خلیا ساس کا دخل دینا ضروری تھا۔

خلیا ساس۔ اچھا تمھیں پرانے جھگڑوں سے بحث کیا ہے۔ اپنی اپنی باتیں کرو۔ اس اثنا میں میاں نبی بخش دودھ لے کے آگئے تھے مومیائی اور دودھ حکیم صاحب کو پلوایا گیا۔ رات زیادہ آگئی تھی۔ آج حکیم صاحب نے یہیں آرام کیا۔

کچھ دنوں ہم سے دوستی رکھتے
دشمنوں کو بھی آزمانا تھا؟

آزمانا کیسا۔ آزما چکے۔ ساڑھے تین لاکھ کے نوٹ ہڑپ ہو گئے۔ صرف گیارہ ہزار نواب صاحب کے ہاتھ آئے مگر ابھی وہی کارخانہ ہے نوابی ٹھاٹھ میں بالکل کمی نہیں۔ اب شراب خوری زیادہ بڑھ گئی۔ پریوں کی تسخیر کا شوق زوال دولت کے ساتھ تشریف لے جا چکا تھا۔ اکسیر کے نسخوں نے کوئی کام نہ دیا۔ اور نہ ان سے کام لیا اس لئے کہ اب آنکھیں کھل چکی تھیں۔ کسی قدر نیک و بد کی تمیز ہو گئی تھی۔ شاہ جی جھلے نکلے اس کی سب باتیں غلط تھیں۔ اکسیر کے نسخوں کا کیا اعتبار۔ بزرقبا سے مواصلت کے بعد تنفر ہو گیا۔ جن لوگوں نے دغا کی تھی ان کی آمد و شد رفتہ رفتہ خود ہی کم ہو گئی۔ اگرچہ نواب نے کسی کو منع نہیں کیا۔ مگر اب کون آتا ہے بھاری

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

بھاری رقمیں لے کے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ آنا کیسا۔ اگر کسی موقع پر اتفاق سے سامنا ہو گیا آنکھیں جھنیپ گئیں۔ معمولی سلام کے بعد حتی الوسع اُس موقعہ سے ٹل گئے۔ اب صرف اُن لوگوں سے راہ رسم باقی رہ گیا جنھوں نے ساڑھے تین لاکھ کے نوٹوں میں سے کوئی حصّہ نہ لیا تھا۔ گیارہ ہزار کے نصف میں شرکت تھی۔ ترقی وارنٹ حد سے سوا تھے۔ اس لئے گھر سے نکلنا قطعی موقوف تھا۔ اس زمانہ میں نواب نے شاہ گنج میں ایک مکان کرائے پر لیا تھا۔ وہیں رہتے تھے۔ ان دنوں کنکوؤں کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ گیارہ ہزار میں سے بہت سی رقم کنکوؤں میں اُڑا دی۔ گیارہ ہزار کی اصل ہی کیا تھی وہ بھی ختم ہوئی۔ اب رہا سہا جواثاثہ باقی تھا اسکے بکنے کی نوبت آئی یہ بھی اس گئے گذرے حال میں ہزار دو ہزار سے زیادہ کا تھا۔ کسی شاہد بازاری کا ذکر تو نہیں رکھا۔ مگر روزانہ کسی نہ کسی کا آنا ضرور تھا۔ کچھ دنوں یہ معاملہ رہا۔ پھر بگن نامے ایک طوائف سے محبت بڑھی۔ کئی مہینہ وہ رات کو آیا کی۔ نواب اُس کے مکان پر بھی جاتے تھے۔ بگن کے کمرے سے ملا ہوا خورشید کا کمرہ تھا یہاں ایک دن خورشید سے سامنا ہو گیا۔ اگلی پچھلی باتیں بھڑیں۔ اس قسم کی باتیں ہوئیں جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتی ہیں۔

خورشید۔ کیوں نواب ہم نہ کہتے تھے۔

نواب۔ (سر جھکا کے) تم سچ کہتی تھیں۔ سوا اس کے اس موقعہ پر اور کیا گفتگو ہوتی۔ خورشید کی شکایتیں سب بجا تھیں۔ مگر تلافی مافات نواب کے امکان میں نہ تھی سوا بجا اور درست کہنے کے اور چارہ کیا تھا۔ اُن دنوں خورشید کا عروج تھا۔ ایک تعلقدار کی پانچسو روپیہ ماہوار کی ملازم تھی۔ ڈکڑی سواری کو کئی ہزار کا گہنا ہاتھ گلے میں۔ دروازے پر سپاہیوں کا پہرا۔ چار چار مہریاں۔ دس بارہ خدمت گار۔ مامائیں اصیلیں پیش خدمتیں غرض کہ سب امیرانہ ٹھاٹھ۔ نواب جس رنڈی کے پاس جاتے تھے اس کے آگے بالکل حقیر معلوم ہوتی تھی۔

بگن ایک دُبلی سی سانولی سی عورت تھی۔ کم اوقات۔ چھچھوری۔ بدتمیز۔ کچی زبان۔ بھلا اُس کا اور خورشید کا کیا مقابلہ۔ کھلتی چمپئی رنگت۔ گول گول۔ بھرے بھرے بازو بھاری بھرکم۔ شستہ تقریر۔ ہاں ذرا سن میں بگن سے چھ سات برس بڑی تھی۔ بگن کا سن سولہ سترہ برس کا تھا۔ خورشید بیس اور پچیس کے درمیان

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

تھی یہ سب کچھ سہی لیکن نواب کا اگر وہ زمانہ ہوتا تو شاید بگن دو ایک روز سے زیادہ نہ بلائی جاتی۔ اور نہ اس حالت میں خورشید ہی پر زیادہ توجہ ہوتی۔ مگر اب واقعات ایسے پیچ در پیچ تھے کہ نواب بگن کے مکان پر دوڑ دوڑ کے جاتے تھے۔ وہ اکثر اوقات غمزے کرتی تھی اس موقع پر خورشید سے جو سامنا ہوا تو باہمی تعلقات کی صورت ہی اور ہو گئی۔

خورشید کو کچھ تو اگلی محبتوں کا خیال۔ کچھ نواب کی موجودہ حالت پر افسوس۔ اور اس کے ساتھ ترحم پھر اپنی پابندی۔ اس حالت میں بگن سے نواب کا رسم و راہ۔ کچھ نہ کچھ ناگوار ضرور تھا۔ پھر اس سب پر طرہ۔ نواب کی بے پروائی (اس بے پروائی کا سمجھنا مشکل ہے) ہر شخص دوسرے کے دل کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ نواب نے اپنی اور خورشید کی حالت کا مقابلہ کر کے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ اگلا تپاک ممکن نہیں۔ پہلے اس کی حیثیت حکومت کی تھی۔ اور اب برابری بلکہ برتری کا دعویٰ ہوگا۔ پھر اس حالت میں اگر ہم دب کے ملیں بھی تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے اپنی آن بان رکھنا بہتر ہوگا۔ اب ہم بھی خورشید سے اس طرح ملیں کہ گویا ہم کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہم اپنے حال میں خوش ہیں۔ اس حالت میں بگن بسا غنیمت ہے۔ ان خیالات سے ادھر بگن خورشید کی گونہ توجہ نواب کی طرف دیکھ کے نواب سے زیادہ پلٹنے لگی۔ یہ خورشید کو اور بھی شاق ہوا۔ اب کسی قدر ضد کا مادہ پیدا ہوا۔ کیوں کیا ہم میں یہ طاقت نہیں کہ اس چھوکرے کو زک دیں۔ یہ امور جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ اگرچہ اس کی منطق کسی قدر دقیق ہے مگر ایسے موقعوں پر یہ سب حجتیں دل ہی دل میں ہو سکتی ہیں اور اپنی اپنی حاجت کے مناسب نتیجے نکال لئے جاتے ہیں۔ عورتوں کے دل راز اُن کے جذبات اور تحریکات کا فہم بہت ہی دشوار ہے لہٰذا ہم صرف واقعات سے بحث کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ خورشید نے چند ہی روز میں نواب کو اپنا کر لیا۔ بگن سے اب ترک ہو گئی۔ مگر خورشید پابند تھیں۔ اس لئے چوری چھپے ملنا ہوتا تھا۔ خورشید کے دل میں نواب کی محبت پہلے سے تھی مگر نہ اتنی کہ پانچ سو روپے کی نوکری کو فوراً ان کی خاطر سے ترک کر دیتی۔ نہ یہ ایسی خواہش بھی کر سکتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ ایسا ہی ہوا۔ نواب سے جب دوبارہ رسم و راہ ہوا۔ تو سب سے پہلے یہ راز بگن پر کھلا اُس کو چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بگن کو زیادہ تر اس معاملے میں کد نہ بڑھتی۔ مگر بات یہ تھی کہ نواب بگن کے کمرے سے اٹھ

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

کے اکثر خورشید کے مکان میں چلے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دروازے پر پہرہ رہتا تھا ایک دن سوء اتفاق سے بگن نشہ میں تھی۔ اس حالت میں نواب اس کے پاس سے اٹھ کے خورشید کے کمرے میں جانے لگے۔ بگن نے دامن پکڑ لیا۔

بگن۔ میں تو نہ جانے دوں گی۔

نواب بھی نشے میں تھے۔ دامن چھڑانے لگے اس بحث میں نواب کا نیا شربتی کا انگرکھا نکل گیا نواب پھر اٹھ کے جانے لگے دیوار پر سے ہو کے راستہ تھا۔ نواب دیوار پر چڑھ رہے تھے کہ خورشید نے ٹانگ پکڑ کے گھسیٹی۔ یہ دھم سے گر پڑے سخت چوٹ آئی اس غصے میں نواب نے ایک طمانچہ بگن کو مارا اور ہاتھ سے ڈھکیل کے خورشید کے مکان میں چلے گئے۔ بگن چیخیں مار مار کے رونے لگی۔ اس کے بعد خورشید کو گالیاں دینا شروع کیا۔ خورشید نے بہت تحمل کیا۔ مگر بھی عورت ذات کہاں تک چپ رہتی۔ آخر وہ بھی جواب دینے لگی۔ رفتہ رفتہ وہ غضب کی لڑائی ہوئی کہ بھٹیارنیاں مات ہوگئیں۔ چوک میں لوگوں کا ہجوم ہوگیا دو بجے تک دونوں طرف سے گال گلوچ ہوا کی۔

دوسرے دن تعلقدار صاحب کو پتہ لگا۔ انھوں نے خورشید کو فوراً برطرف کر دیا۔ چلئے میدان خالی ہوگیا۔ مگر خورشید کو اس نوکری کے چھوٹ جانے کا کچھ زیادہ ملال نہ ہوا نہ ایسے لوگوں کو ملال ہوتا ہے اس لئے کہ ایسے لوگوں کے اکثر خریدار رہتے ہیں جب سے ہوش سنبھالا کوئی مصیبت پڑی نہیں ہمیشہ عیش میں کٹی اور غرہ یہ ہے کہ جس مرنے والے سے جو کہہ دیں گے وہ ہو جائے گا۔ اور ایسا اکثر ہوتا بھی ہے۔ ادھر نواب نے حد سے زیادہ اطاعت کرنا شروع کی۔ چند ہی روز کے بعد شہر بھر کو معلوم ہوگیا کہ نواب خورشید کے گھر پڑ گئے

بعد از خرابی بصرہ ایک دن حکیم صاحب اپنے حساب کتاب کو دیکھ رہے تھے۔ عمدہ خانم والے مکان کا رہن نامہ بھی اس میں سے نکل آیا۔ حساب لگایا۔ تو ساڑھے سترہ مہینے کا کرایہ چڑھا ہوا تھا نبی بخش کو آواز دی۔

نبی بخش۔ حضور۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ نبی بخش جاؤ تو آج عمدہ خانم سے کرایہ تو وصول کر کے لاؤ۔ کہنا کہ ساڑھے سترہ مہینے چڑھ گئے ہیں۔ اب زیادہ کی ہم کو گنجایش نہیں ہے۔ فوراً کرایہ دید یجئے اور مکان کو خالی کر دیجئے۔ اُس میں کوئی کرایہ دار رکھدیا جائے۔ کیونکہ آپ سے کرایہ ادا نہ ہوگا۔ ورنہ ہم نالش کر دیں گے۔

نبی بخش۔ بہت خوب تو ابھی جاؤں۔

حکیم صاحب۔ اور کب۔

نبی بخش۔ ابھی تو افیم نہیں کھائی ہے۔

حکیم صاحب۔ اے لو افیم کھالو۔ کیا افیم کھانے میں کچھ دیر لگتی ہے۔

نبی بخش۔ دیر تو نہیں لگتی ہے۔ مگر آپ سے کہہ دینا اچھا ہے اس لئے کہ شاید آتے آتے ذرا دیر لگ جاتی تو آپ خفا ہوتے۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو کب تک آجاؤ گے۔

نبی بخش۔ اے یہی کوئی دو گھنٹہ میں۔

حکیم صاحب۔ آج تم نے دن بھر کی فرصت کی۔

نبی بخش۔ جی نہیں جلدی آؤں گا۔

حکیم صاحب۔ ہاں یعنی کوئی چار بجے تک۔

نبی بخش۔ اے حضور دوپہر تو نہیں ہو گئی ہے۔

حکیم صاحب۔ دوپہر۔ ابھی دس بجے ہیں۔

نبی بخش۔ دس بجے ہیں۔ میں کہتا ہوں گیارہ کب کے بج گئے بلکہ بارہ کا عمل ہے۔

حکیم صاحب۔ گھڑی میں دس بجے ہیں۔ تم کہتے ہو بارہ کا عمل ہے۔

نبی بخش۔ اے حضور صاحب عالم کے یہاں کے گھڑیال سے کوئی گھنٹہ بھر ہوئے میں نے پوچھا اُس نے کہا گیارہ بج گئے۔ خدا جانے آپ کی گھڑی کیسی ہے۔

حکیم صاحب۔ جی ہاں تمھیں شہزادہ صاحب کے گھڑیال کا اعتبار ہوگا۔ اور ہماری گھڑی کا اعتبار

itsurdu.blogspot.com
itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

نہیں ہے۔

نبی بخش۔ تو کیا گھڑیال غلط ہے؟

حکیم صاحب۔ گھڑیال کا کیا اعتبار۔ وہ تو شہزادہ صاحب کی سلامتی مناتا ہے۔ گھڑیال اونگھا کرتا ہے جب اونگھتے اونگھتے چونکا۔ جو اس کے جی میں آیا بجا دیا۔

نبی بخش۔ درست ہے۔ مگر بادشاہی سے اس وقت تک سارے زمانے کا کام اسی پر چل رہا ہے۔ اور یہ گھڑی گھنٹہ کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ بادشاہی میں کہیں بڑے بڑے امیروں کے پاس گھڑیاں تھیں اور یہ بڑی مہنگی آتی تھیں۔ اب جیسی یہ گھڑیاں نکل پڑی ہیں جس کو دیکھو ایک گھڑی پانچ روپے کی لے لی ایک پیتل کی زنجیر ڈال کے لٹکا لی اکڑتے چلے جاتے ہیں بھلا یہ پانچ پانچ روپے کی گھڑیاں کیا ٹھیک وقت بتائیں گی۔

حکیم صاحب اب تمھاری حجتوں کا کون جواب دے۔ پانچ روپے والی گھڑیاں بھی خوب چلتی ہیں اور یہ میری گھڑی خاص انگلش ہے۔ ایک منٹ کا کبھی فرق نہیں پڑتا۔

نبی بخش۔ جی ہاں۔ مگر جب سے آپ نے نیلام میں لی ہے۔ کئی پانچ روپے تو میرے ہاتھوں گھڑی سازے چکا ہے۔ بس ایسی گھڑی ہے۔ گھڑی بغیر آٹھ سات سو دال کے ٹھیک ہوتی ہی نہیں۔

حکیم صاحب نبی بخش کی خصلت سے خوب واقف تھے کہ جب یہ بحث کرتے ہیں۔ کسی سے بند ہوتے ہی نہیں اور حکیم صاحب کو بھی ان کے ساتھ تقریر کرنے کی عادت ہو گئی تھی۔ مگر اس وقت حساب کتاب دیکھ رہے تھے۔ بہرصورت انھیں ٹالنا منظور تھا۔ چپ ہو رہے۔

نبی بخش۔ اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔ تمباکو۔ گوشت۔ ترکاری کے لئے پیسے دیجئے ادھر ہی سے لیتا آؤں گا۔

حکیم صاحب۔ (حساب دیکھنے میں مصروف تھے) یہ سب پھر لے آنا۔ اس وقت تو جاؤ۔

نبی بخش۔ نے حضور آپ کو دو دو دفعہ ٹانگیں تڑوانے سے کیا فائدہ۔ دے بھی دیجئے بیگم صاحب سے صندوقچہ مانگ لاؤں۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خلاصہ یہ ہے کہ خدا خدا کرکے نبی بخش ٹلے۔

اس وقت کے گئے گئے شام کو پلٹ کے آئے تو یہ خبر لائے۔

نبی بخش۔ اُس مکان میں تو کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ جیسے کوئی رہتا ہی نہیں۔

حکیم صاحب۔ پھر تم اندر گئے تھے۔

نبی بخش۔ اندر کیونکر جاتا۔

حکیم صاحب۔ کیوں کیا باہر سے قفل لگا تھا۔

نبی بخش۔ جی نہیں۔ قفل تو نہ تھا۔

حکیم صاحب۔ پھر اندر چلے گئے ہوتے۔

نبی بخش۔ اندر کیونکر جاتا۔ پرائے مکان میں دندانہ گھس جاتا۔

حکیم صاحب۔ پرایا مکان کیسا۔ مکان ہمارا ہے یہ حکیم صاحب نے اس لئے کہا تھا کہ آپ کو یہ یقین تھا کہ عمرو خانم بیچاری سے نہ زر رہن ادا ہوسکے گا نہ کرایہ۔ بعد انقضائے مدت رہن دعویٰ کر دوں گا۔ مکان کو نیلام پر چڑھوا کے اپنے نام چھڑا ڈالوں گا۔ ایسے معاملے حکیم صاحب نے بہت سے کئے تھے۔

نبی بخش۔ وہ آپ ہی کا سہی۔ مگر میں تو اندر نہیں جا سکتا۔

حکیم صاحب۔ بیسیوں مرتبہ میرے ساتھ گئے۔

نبی بخش۔ آپ کے ساتھ جانے کی اور بات ہے آپ جہاں جائیے گا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔

میاں نبی بخش کی منطق ایسی نہ تھی کہ حکیم صاحب فوراً اس کی تردید کر سکتے۔ اور اس وقت ایک واقعہ کی تحقیق منظور تھی۔

حکیم صاحب۔ پھر تمھیں کیونکر معلوم ہوا کہ مکان خالی پڑا ہے۔

نبی بخش۔ کئی دفعہ آواز دی۔ کنڈی کھڑکھڑائی دروازہ زور سے کھٹ کھٹایا۔ کوئی ہوتا تو بولتا نہ۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ عمدہ خانم کوٹھے پر رہتی ہیں۔ وہاں تک آواز نہ گئی ہوگی۔

نبی بخش۔ جی ہاں کیا بہری ہیں۔

حکیم صاحب۔ یہ دیکھا ہوتا کہ کنڈی اندر سے بند تھی یا نہ تھی۔

نبی بخش۔ یہ تو میں نے نہیں دیکھا۔

حکیم صاحب۔ بس یہی تو تمھاری حرکتیں ہیں۔ جس کام کو جاتے ہو۔ کبھی پورا کر کے نہیں آتے گئے تھے تو یہ بھی دیکھ لیتے۔

نبی بخش۔ یہ آپ نے کہا تھا۔

حکیم صاحب۔ لاحول ولاقوۃ۔ اتنی تمھیں عقل نہ تھی۔

نبی بخش۔ اتنی عقل ہوتی تو بھلا تین روپے مہینہ کی نوکری کیوں کرتے۔ ہم بھی نہ آپ کی طرح مسند پر بیٹھے ہوتے۔ اچھا اب دیکھ آؤں۔

حکیم صاحب۔ جی ہاں صبح کے گئے گئے تو اب آئے ہو۔ اب کہیں گئے تو کل آؤ گے۔ یہاں وہاں دونوں جگہ کا سودا سلف کرنا ہے۔

نبی بخش۔ پھر یہ آپ جانئے۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو کل میں خود جاؤں گا۔ دیکھوں تو ماجرا کیا ہے۔

دوسرے دن حکیم صاحب بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ آواز دیں دیں۔ کنڈی کھڑکھڑائی تمام محلے کو خبر ہو گئی مگر اس مکان سے کسی کی آواز نہ آئی۔ مکان کی کنڈی کھلی ہوئی تھی اندر چلے گئے۔ ادھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا پہلے اس کوٹھے پر گئے جہاں اکثر جایا کرتے تھے۔ جب بیگم صاحب سے تعلقات بڑھائے جاتے تھے۔ پھر اُدھر سے اوپر کے دوسرے کوٹھے پر چڑھے۔ زینے پر سے کسی کے بولنے کی صدا آئی۔ اوپر کے زینے سے کوٹھے پر قدم رکھا ہی تھا۔ کسی نے چلا کے کہا کون ہے۔ یہ آواز عورت کی تھی۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ کوئی نہیں۔ میں ہوں۔

وہ آواز۔ آپ کون صاحب ہیں۔ زنانہ مکان میں درآنہ چلے آئے۔

حکیم صاحب۔ کیا کریں کل سے آدمی پھر پھر جاتا ہے کوئی مکان میں بولتا ہی نہیں۔ آخر آج میں خود آیا عمدہ خانم کہاں ہیں۔

آواز۔ کون عمدہ خانم؟

حکیم صاحب۔ کون عمدہ خانم۔ جن کا یہ مکان ہے۔

آواز۔ مکان میر صاحب کا ہے۔ عمدہ خانم کون ہوتی ہیں اُن کا تو نام تک ہم نے نہیں سُنا۔

حکیم صاحب۔ میر صاحب کون؟

آواز۔ یہی میر صاحب بڑے میر صاحب کے بیٹے۔ ابھی کہیں باہر گئے ہیں۔ آتے ہوں گے اچھا آپ باہر جایئے۔ جب وہ آئیں گے تو اُن سے پوچھئے گا۔

آخر کی چند لفظیں اس لب و لہجہ سے ادا ہوئی تھیں کہ حکیم صاحب کو بیٹھے سے اُترے چارہ نہ تھا نیچے اُترے دروازے کے پاس تھوڑی دیر توقف کیا۔ فکر کرنے لگے کہ اب کس سے عمدہ خانم کو دریافت کروں معلوم ہوتا ہے عمدہ خانم نے کسی کو کرائے پر رکھ دیا ہے۔ یہ لوگ کرایہ دار ہیں۔ یہ ابھی یہیں تھے کہ باہر سے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ آنے والے نے دروازے کے اندر قدم رکھا کہ حکیم صاحب سے سامنا ہوا دیکھا واقعی بڑے میر صاحب کے بڑے بیٹے ہیں۔

میر صاحب (نے نگاہ گرم سے حکیم صاحب کی طرف دیکھ کے) خیر باشد۔

حکیم صاحب۔ جی خیریت ہے۔ عمدہ خانم کے پاس آیا تھا۔ آہا ہا۔ آپ اس مکان میں کرائے پر رہتے ہیں۔

میر صاحب۔ خدا کے فضل سے اب تک تو میں کرائے کے مکان میں نہیں رہا۔ مکان میرا ذاتی ہے۔ اور آپکی بے تکلفی نے بھی قیامت کی۔ زنانہ مکان میں آپ کیوں تشریف لے گئے۔ والد سے اور آپ سے ملاقات ہے مجھ سے تو آپ سے اس قدر راہ رسم بھی نہیں۔ یہ آپ نے کمال کیا۔

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

حکیم صاحب۔ جناب معاف کیجئے گا۔ میں عمدہ خانم کے پاس آیا تھا۔ جن کا یہ مکان ہے۔ بلکہ میرے پاس رہن ہے۔

میر صاحب۔ یہ عمدہ خانم کون بلا ہیں۔ مکان میرا ہے۔ یہ آپ فرماتے کیا ہیں۔

حکیم صاحب۔ میں صحیح عرض کرتا ہوں۔

میر صاحب۔ اچھا صحیح ہو۔ یا غلط مگر باہر تشریف رکھئے فرمائیے تو کچھ بیٹھنے کو منگوا دیا جائے۔ کیونکہ آپ والد کے احباب میں سے ہیں۔ مگر مجھ سے چنداں تعارف نہیں۔

حکیم صاحب۔ (بات کے پہلو کو سمجھ گئے) تو یہ مکان آپ کا ہے؟۔

میر صاحب۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بات کے مکرر استفسار کرنے سے آپ کو کیا نفع ہوگا مگر میں تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔ جی ہاں میرا مکان ہے ذاتی۔ بلا شرکت غیرو مزاحمت احدے۔ اگر آپ حکم دیجئے تو قبالہ بھی حاضر کیا جائے۔

حکیم صاحب۔ بڑے میر صاحب نے مول لیا تھا۔

میر صاحب۔ جی نہیں بڑے میر صاحب کا نہیں ہے۔ اور یوں تو ہاں انھیں کا ہے میں خود اُن کا ہوں۔ مگر یہ مکان میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے مول لیا۔

حکیم صاحب۔ کس سے مول لیا۔

میر صاحب۔ اب اس کا جواب میں یہاں نہ دوں گا۔ معاف کیجئے۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو میں جاتا ہوں۔

میر صاحب۔ میں تو نہیں عرض کر سکتا۔ تشریف رکھئے کچھ بیٹھنے کو منگا یا جائے۔ حقہ بھروا منگواؤں۔

حکیم صاحب نے دیکھا کہ اس خشک مدارات سے کوئی اور نفع نہیں۔ لہٰذا اب گھر ہی چلنا مناسب ہے نبی بخش۔ (جب تک مکان کے اندر رہے اور میر صاحب سے باتیں ہوا کیں۔ غور سے سنا کئے۔ ایک لفظ نہ بولے۔ باہر نکل کے) یہ کیسی بات ہوئی؟۔

حکیم صاحب۔ (اگرچہ بولنے کو جی نہ چاہتا تھا مگر جواب ہی دینا پڑا) آپ ہی دیکھئے یہ میاں امجد کا

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

دوسرا اجل نکلا آپ ہی اُن کو لائے۔

نبی بخش۔ جی ہاں آپ تو کہیے ہی گا میں لایا تھا کہ آپ نے بلوایا تھا۔

حکیم صاحب۔ (بات سچی تھی جواب کیا دیتے) ہاں میں نے بلوایا تھا۔

میاں نبی بخش کو کیا غرض تھی کہ بغیر قیل وقال بحث ومباحثہ اتنا بڑا الزام اپنے ذمہ لیتے اس لئے کہ یہ بہت ہی کھرے آدمی تھے۔

نبی بخش۔ یہ آپ نے کیا کہا میں بلا لایا تھا آپ ہی نے ان لوگوں کو گھیرا میں تو جانتا ہی تھا وہ مہری ایک چھٹی ہوئی ہے۔ اور امجد کو تو میں اُس زمانے سے جانتا ہوں جب وہ لنگوٹی باندھے پھرتا تھا۔ ایک ہی فتور یہ لونڈا ہے۔ میرا بس ہوتا تو ایسے لوگوں کو گھسنے بھی نہ دیتا۔

حکیم صاحب۔ میاں عجب آدمی ہو پہلے تم ہی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ اب یوں کہتے ہو۔

نبی بخش۔ تعریفیں نہ کرتا تو کیا کرتا۔ آپ انھیں بلاتے تھے۔ بٹھاتے تھے۔ پھر میں ان سے کیوں بُرا ہوتا منہ پر کوئی بھی کسی کو بُرا کہتا ہے۔

حکیم صاحب۔ تم نے اُن کے منہ پر نہ کہا تھا اُس پیچھے ہم سے کبھی اُن کا حال تو کہہ دیا ہوتا۔

نبی بخش۔ کیا آپ نہیں جانتے تھے؟۔

حکیم صاحب۔ میں جانتا تھا کہ یہ ایسے جعلئے ہیں۔

نبی بخش۔ تو یہ روپیہ جو آپ نے گروی کا دیا ہے۔ وہ کہیں نہیں گیا ہے۔

حکیم صاحب۔ گیا نہیں تو اب کیا ملتا ہے۔ چھ سات سو روپے پر پانی پھر گیا۔

نبی بخش۔ یہ قسمت کی بات ہے۔

ہم بھی ہیں مختار لیکن اس قدر ہے اختیار
جب ہوئے مجبور قسمت کو بُرا کہنے لگے

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

خنم ہے داستاں مگر سوا

ایک نئی بات جی میں آئی ہے

ان واقعات کے دس بارہ برس کے بعد چھوٹے نواب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تُم انے حیدر گنج میں فروکش ہیں۔ روپیہ سوا روپیہ ماہوار کرائے کا مکان ہے۔ مال دنیا سے سوا پارچہ بوریا۔ مندرس ایک عدد ٹین کا لوٹا ایک عدد، اوندگل دو عدد۔ سبوچہ گل۔ ۲ عدد اس کے سوا مکان میں کچھ نظر نہ آیا۔ ہاں ایک طرف گوشے میں ایک بوتل بھی رکھی ہوئی تھی مگر بہ تحقیق معلوم ہوا کہ وہ مال سرکار کا نہیں۔ عندالضرورت کلوار خانے سے مستعار آجاتی ہے۔ رفقائے قدیم سے اب کوئی باقی نہیں صرف ایک بڑی اناجی کا دم ہے۔ وہی شب و روز خدمت گذار رہیں۔ دوست احباب میں کوئی پاس نہیں پھٹکتا۔ الا اُس حالت میں جب کسی شامت کے مارے کو بضرورت اپنے گھر سے ایک شب کے لئے غائب ہو جانا مقصود ہوتا ہے اور کوئی جگہ فی الفور نہیں ممکن ہوتی تو آپ ہی کے دولت سرا پر بے تکلف چلا جاتا ہے۔ اس حالت میں ضرور ہے کہ جہاں اپنے واسطے کھانے پینے کی فکر کرے۔ نواب صاحب اور اُن کے متعلقین کا بھی خیال رکھے۔ ورنہ کیا ضرور ہے کہ نواب صاحب اُس کے لئے اپنے اوقات عزیز کو صرف کر کے اشیائے مطلوبہ فراہم کریں یا محلے سے چارپائی مانگتے پھریں۔ دو ایک جوڑے کپڑے جو وقتاً فوقتاً بعض اعزا یا احباب نے بصیغہ ایثار و کرم نذر گذرانے ہیں اُن میں سے جن کی ضرورت بالفعل نہیں ہوتی۔ وہ اکثر کلوار خانے میں اور احیاناً بنیئے کی دوکان پر بطور امانت رہتے ہیں۔ مگر طبیعت نواب صاحب کی تربیت پذیر تھی۔ اس لئے اوستادوں نے جن فنوں کے ذریعے سے آپ سے اخذ زر کیا اُس کی بہت کچھ لیاقت آپ کو بھی حاصل ہو گئی ہے مگر مستی و مے خواری اُس کے عملدرآمد کی زیادہ فرصت نہیں دیتی جس دن نواب صاحب کو پنشن یا وثیقہ ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے مجموعہ کی مقدار جمع قاف سے بھی اقل ہے لیکن ایک دو دن کے لئے نوابی کار خانہ ہو جایا کرتا ہے۔ خورشید سے ملاقات کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اس کے بعد ایک اور زن بازاری سے کئی سال لطف رہا اور اُس نے بھی کچھ دنوں خوب ساتھ دیا۔ اُس کے محاصل کی مقدار نواب صاحب کے وثیقہ پنشن سے چند در چند زیادہ تھی۔ اور وہ سب آپ ہی کے صرف میں آتی مگر جہل بسیط اور مرکب اور اُس کے اور شعبے جو اس کو لازم ہیں مثل بے وفائی خود غرضی وغیرہ کے آپ نے کئی لاکھ کی دولت کھو کے حاصل کئے ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ آپ کسی سے دوستی نبھ سکے اس لئے کہ یہ جو ہر

itsurdu.blogspot.com

itsurdu.blogspot.com

ممکن نہیں کہ کبھی نہ کبھی کھل نہ جائیں خلاصہ یہ ہے کہ اُس سے بھی ترک ہو گئی۔ بڑی انا جی کی رفاقت بہت کام آئی اور ابھی کچھ دنوں اور کام آئے گی۔ والدہ آپ کی کربلا تشریف لے گئی تھیں۔ پھر نہیں معلوم کہاں مفقود ہو گئیں ایک زمانے میں آپ نے اپنے احباب خاص کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ والدہ نے میرے کچھ نوٹ گُما دیئے تھے ان کا پتہ لگا دیئے مگر آپ کے رفقائے قدیم نے اس فقرے پر بل نہ چڑھنے دیا اور کسی کو آپ پر اعتنا نہ ہوئی کچہری کے کاروبار میں بھی آپ کو کچھ دخل ہے جس محلے میں آپ تشریف رکھتے ہیں وہاں کے اہل پولیس سے بھی اکثر یہ معاملہ رہتا ہے۔

تم ہمیں پوچھو نہ پوچھو ہم تمھارے دوست ہیں
فخر کرنے کے لئے اتنا تعلق کم نہیں

اتنا تعلق غریب محلہ والوں کے دھمکانے کے لئے کافی ہے۔ اگر کسی سے کوئی گستاخی ہو گئی اور نواب صاحب زیادہ نشہ میں ہو گئے "واللہ تھانیدار صاحب سے کہہ کے محلے سے نکلوا دونگا" بیچارے غریب ناواقف ممکن ہے کہ ایسے فقروں سے دو ایک مرتبہ لرز جائیں مگر جب اس کی تکرار کئی بار ہوئی اور اُس کا کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا تو لوگ سمجھ گئے غرضکہ جو رعب جمانا چاہا تھا نہ جما جب حکومت جعل میں بدل ہو گئی خوشامد سے کام چلتا رہا۔ اس فن کی بدولت نواب صاحب کو اکثر فوائد ہوئے اور اگر یہی وضع رہی تو ہوتے رہیں گے کچھ نواب صاحب پر موقوف نہیں بلکہ اکثر جاہل امرازادوں کا یہ شیوہ ہے کہ جو لوگ اُن کی آبائی عزت کے خیال سے اُن کے ساتھ کسی قسم کی مراعات کرتے ہیں تو وہ بجائے اسکے کہ اُسکے ممنون ہوں اُس رعایت کو اپنا حق تصور کرتے ہیں اسوجہ سے نخوت بڑھتی جاتی ہے اور وہ طرح طرح کی خرابیوں کا باعث ہوتی ہے۔

اب ہم اس افسانے کو ختم کرتے ہیں۔ اور بر سبیل اختتام صرف اسقدر گذارش اور باقی ہے کہ یہ افسانہ اور اسکے علاوہ اور ناول ہم نے تحریر کئے ہیں ان میں کسی میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جس سے دل و دماغ پر کوئی شدید اثر مثل ہول یا خوف یا رقت وغیرہ کے طاری ہو سکے کیونکہ اصل منشا ہمارا اس افسانہ نویسی سے نظام معاشرت کے واقعات کی فراہمی ہے۔ ہمارے ناول نہ بڑے جیڈی ہیں نہ کمیڈی ہیں نہ ہمارے ہیرو تلوار سے قتل ہوئے نہ انہیں سے کسی نے خودکشی کی نہ زہر ہو... ندوساں۔ ہمارے ناولوں کو موجودہ زمانے کی تاریخ سمجھنا چاہیئے اُمید ہے کہ یہ تاریخ بکار آمد ثابت ہو اور

itsurdu.blogspot.com